## سوال

(348) مدرک رکوع کا کیا حکم ہے؟

## جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اگر کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور وہ بھی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو کیا اس شخص کی یہ رکعت شمار کی جائے گی؟ رکوع میں مل کر اس کو رکعت شمار کرنے والے یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کےلیے آؤ اور امام رکوع میں ہو تو رکوع کرو اور اگر سجدے میں ہو تو سجدے میں مل جاؤ۔ جس سجدے کے ساتھ رکوع نہ ہو، اس کو مت شمار کرو۔ [ بیہقی]

---

# الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

*وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!*

*الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!*

صحیح احادیث تو مدرکِ رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے پر دلالت نہیں کرتیں اور جو روایت مرفوعہ مدرکِ رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے پر دلالت کرتی ہیں، وہ ثابت نہیں، جو روایت آپ نے بحوالہ بیہقی نقل فرمائی وہ بھی کمزور ہے، تو درست بات یہی ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں۔

[رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ ابو قتادة رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز کےلیے آؤ تو جو کچھ امام کے ساتھ پاؤ پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پورا کرلو۔ ( صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا)

خاتمة الحفاظ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا، اس کی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس حدیث میں جو رہ گیا ہے، اس کے پورا کرنے کا حکم ہے اور جو آدمی رکوع میں ملا ہے، اس سے قیام وقرات رہ گئے ہیں اور یہی قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کا ہے۔ [فتح الباری]

# مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے؟

شیخ البانی رحمہ اللہ نے إرواء الغلیل، ج: ۲ ص: ۲۶۰ پر رقم: ۴۹۶ میں، منار السبیل کے صفحہ: ۱۱۹ سے ابوہریرہ b کی ایک مرفوع حدیث دو لفظوں کے ساتھ نقل فرمائی ہے: «ومن أدرک رکعة فقد أدرک الصلاة» «من أدرک الرکوع فقد أدرک الرکعة» اب ظاہر بات ہے کہ دوسرے لفظ مطلوب ''مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے'' پر دلالت [إرواء الغلیل: ۲ ۲۶۶] رہے پہلے لفظ تو اولاوہ اس سیاق میں ثابت ہی ن تو کرتے ہیں، مگر یہ لفظ بے اصل ہیں۔ چنانچہ شیخ البانی ہی لکھتے ہیں: "وأما اللفظ الآخر الذی ذکره المؤلف وعزاه

لأبي داود فلا أعلم له أصلا، لا عند أبي داود ولا عند غيره" ہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں یحییٰ بن أبي سلیمان المدینی ہیں۔ جس کی وجہ سے حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ امام حاکم کا فیصلہ (صحیح الإسناد ویحیی بن أبي سلیمان من ثقات المصریین) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (قلت: ووافقه الذہبي والصواب ما أشار إلیه البیہقي أنه ضعیف لأن یحیی ہذا لم یوثقه غیر ابن حبان والحاکم، بل قال البخاري: منکر الحدیث وقال أبو حاتم: مضطرب الحدیث ''لیس بالقوي، یکتب حدیثه) [إرواء الغلیل ۲ ۲۶] توشیخ صاحب نے اعتراف فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس سیاق کے ساتھ ضعیف ہے، مگر وہ اس سے قبل اس کو صحیح قرار دے چکے ہیں۔ بدلیل تعدد طرق حالانکہ تعدد طرق سے حدیث کا صحیح یا حسن بن جانا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں۔ بلکہ بسا اوقات تعدد طرق سے حدیث کے ضعف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں تو اس مقام پر تعدد طرق اس حدیث کو حسن نہیں بناتا۔ چہ جائیکہ اس کو صحیح بنائے، کیونکہ جو طرق شیخ صاحب نے اس مقام پر ذکر فرمائے ہیں، ان میں سے کچھ تو موقوف ہیں، اور کچھ مرفوع جو موقوف ہیں وہ تو مقوی مرفوع نہیں، کیونکہ اصول میں وضاحت سے لکھا گیا ہے کہ کسی عالم کا قول یا عمل حدیث کے موافق آجائے تو وہ حدیث کے ثابت ہونے کی دلیل نہیں۔ اس طرح کسی عالم کا قول یا عمل حدیث کے خلاف آجائے تو وہ حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں۔ لہٰذا آثار موقوفہ سے حدیث کو تقویت پہنچانے والی بات تو کافور ہوگئی۔ رہے مرفوع طرق تو ان میں ایک کے متعلق تو خود شیخ صاحب نے صراحت فرمادی ہے کہ وہ شاہد بننے کے قابل نہیں، باقی دو مرفوع طریق رہ جاتے ہیں۔ جن سے تقویت کی اُمید وابستہ کی جاسکتی ہے۔ ان دو میں سے بھی ایک کے متعلق خود شیخ صاحب لکھتے ہیں: (ولم یذکر أحد منهم ہذہ اللفظة "قبل أن یقیم الإمام صلبه' ولعل ہذا من کلام الزہري فأدخله یحیی بن حمید في الحدیث ولم یبینه) پھر اس یحییٰ کو دارقطنی نے ضعیف بھی کہا ہے تو اس سے بھی تقویت حاصل نہ ہوسکی باقی صرف ایک مرفوع طریق رہ گیا۔ عبدالعزیز بن رفیع والا جس کے متعلق شیخ صاحب فرماتے ہیں: (وہو شاہد قوي فإن رجاله کلهم ثقات) مگر یہ واقع میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث کا شاہد ہے ہی نہیں، کیونکہ شاہد اور مالہ شاہد کا ایک چیز پر دلالت کرنا ضروری ہے، جبکہ اس مقام پر صورتِ حال اس طرح نہیں، کیونکہ شاہد بزعمہ کے الفاظ ہیں: (إذا جئتم والإمام راکع فارکعوا وإن کان ساجدا فاسجدوا ولا تعتدوا بالسجود إذا لم یکن معه الرکوع) اس سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ سجدہ کے ساتھ جب رکوع نہ ہو تو سجدہ ناقابل اعتداد ہے، اس شاہد بزعمہ میں یہ بالکل نہیں ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے نہ منطوقا اور نہ ہی مفہوما، توشیخ صاحب کا عبدالعزیز بن رفیع والے اس طریق کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کا شاہد بنانا درست نہیں، چند منٹ کے لیے ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ یہ شاہد ہے مگر شیخ صاحب کا اس کو قوی قرار دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ قوی ہونے کی انہوں نے جو دلیل پیش فرمائی ہے وہ یہ ہے: (فإن رجاله کلهم ثقات) حالانکہ اس کے تمام رجال ثقات نہیں، کیونکہ عبدالعزیز بن رفیع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ''رجل'' کا واسطہ ہے۔ جس کا صحابی ہونا ثابت نہیں تو لا محالہ وہ تابعی ہیں۔ کیونکہ تابعی بسا اوقات تبع تابعی سے بھی روایت کرلیتا ہے۔ جیسے صحابی بسا اوقات تابعی سے روایت کرلیتے ہیں تو بہر حال یہ ''رجل'' تابعی ہو خواہ تبع تابعی مجہول ہے توشیخ صاحب کا (رجاله کلهم ثقات) کہنا صحیح نہیں ہے۔ چند منٹ کے لیے ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ ''رجل'' تابعی ہو خواہ تبع تابعی ہے ثقہ تو یہ روایت ''رجل'' کے تابعی ہونے کی صورت میں اعم اغلب کے تحت مرسل اور تبع تابعی ہونے کی صورت میں اعم اغلب کے تحت معضل ٹھہری اور مرسل و معضل دونوں ضعیف ہیں۔ لہٰذا شیخ صاحب کا اس کو قوی کہنا درست نہیں۔ اگر یہ کہا جائے اعم اغلب کے تحت عبدالعزیز بن رفیع والی مرسل اور ابوہریرہ b والی موصول ضعیف دونوں مل کر حسن لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں، تو جواب میں ہم عرض کریں گے، بر سبیل تنزل اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں تو بھی یہ حسن لغیرہ بنے گی نہ کہ حسن لذاتہ۔ نہ صحیح لغیرہ اور نہ ہی صحیح لذاتہ جبکہ شیخ صاحب اس کو صحیح لکھ رہے ہیں، تو بہر حال شیخ صاحب کا یہ فیصلہ افراط سے خالی نہیں۔ اگر کہا جائے کہ حسن لغیرہ تو آپ بھی تسلیم کرگئے ہیں گو بر سبیل تنزل ہی سہی اور حسن لغیرہ سے بھی تو احکام ثابت ہو جاتے ہیں تو شیخ صاحب کا بیان کردہ مسئلہ تو درست ٹھہرا تو ہم جواباً عرض کریں گے نہیں ہرگز نہیں۔ تفصیل ثانیا کے بعد دیکھیں۔

ثانیاً آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ عبدالعزیز بن رفیع والی روایت مدرک رکوع مدرک رکعت ہونے پر دلالت نہیں کرتی اس سے تو صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ سجدہ و سجود کے قابل اعتداد ہونے کے لیے رکوع ضروری ہے، رکوع کے بغیر سجود کا کوئی اعتداد و شمار نہیں۔ اب یہ بھی یاد رکھیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث (فاسجدوا ولا تعدوہا شیئا، ومن أدرک رکعة فقد أدرک الصلاة) کی بھی مدرکِ رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے پر دلالت نہیں ہے نہ منطوقاً اور نہ مفہوماً اس کا مدلول تو صرف اور صرف یہ ہے، جس نے رکعت پالی، اس نے نماز پالی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے رکعت سے کم کو پایا اس نے نماز کو نہیں پایا اور مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت سے کم پانے والا ہے۔ جیسے سجدے کو پانے والا لہٰذا اس کو نماز پانے والا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ دیکھئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں اور ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں: (لا یجزئک إلا أن تدرک الإمام قائما) ان لفظوں کے متعلق شیخ صاحب خود لکھتے ہیں: (فقد ثبت ہذا عن أبي ہریرة لتصریح ابن إسحاق بالحدیث فزالت شبهة تدلیسه) [إرواء الغلیل ۲ ۲۶۵] اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی اس مرفوع حدیث میں لفظ ''رکعة'' سے مراد رکوع ہے تو ہم جواباً گزارش کریں گے رکعت بمعنی رکوع مجاز ہے حقیقت نہیں۔

(والأصل أن یحمل اللفظ علی الحقیقة، ولا قرینة ھھنا تمنع أن یحمل اللفظ علی حقیقیة وکون لفظ ''رکعة'' ھٰھنا بعد قولہ ﷺ ''فاسجدوا'' لیس من القرینة فی شیء لضعف دلالة الاقتران فھذا الحدیث یدل بالمنطوق علی أن مدرک السجدہ لیس بمدرک للرکعة وأن مدرک الرکعة مدرک للصلاة ویدل بالمفھوم أن مدرک ما دون الرکعة کمدرک الرکوع مثلا لیس بمدرک للصلاة) باقی رہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث «إن ذلک من السنة» تو وہ صف کے پیچھے دو رکوع کر کے صف میں شامل ہو کے متعلق ہے۔ مدرکِ رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے کے متعلق نہیں۔ جیسا کہ شیخ صاحب کی إرواء الغلیل میں تقریر سے واضح ہے۔ لہٰذا عبداللہ بن زبیر d کی اس حدیث کو مدرک رکعت ہونے کی دلیل بنانا درست نہیں۔

## فتاویٰ علمائے حدیث

## کتاب الصلاۃ جلد 1

## محدث فتویٰ

---